افاداتِ رضویہ سے ماخوذ

صحابیٔ رسول، کاتبِ وحی، مجتہد وفقیہ اور پہلے سلطانِ اسلام رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

اَلْإِفَادَاتُ الرَّضَوِيَّة فِي مَدْحِ الْأَمِيْرِ مُعَاوِيَة

شانِ حضرت سیدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ

تالیف

ڈاکٹر حامد علی علیمی

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

نظرِ ثانی واضافہ

مولانا محمد فاروق شریف رضوی

(مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

بزمِ رضا پاکستان

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

افاداتِ رضویہ سے ماخوذ

صحابیٔ رسول، کاتبِ وحی، مجتہد وفقیہ اور پہلے سلطانِ اسلام رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

اَلْاِفَادَاتُ الرَّضْوِیۃ فی مَدْحِ الْأَمِیْرِ مُعَاوِیۃ

تالیف

ڈاکٹر حامد علی علیمی

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

نظرِ ثانی واضافہ

مولانا محمد فاروق شریف رضوی

(مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

بزمِ رضا پاکستان

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

انتساب

ناموسِ صحابہؓ کرام واہل بیتِ عظام کی عظمتوں اور رفعتوں کے پاسبانوں کے نام.......
جنہوں نے تحریر وتقریر کے ذریعے اُن حضراتِ قدسیہ کے فضائل ومناقب بیان کیے اور منکرین اور مبغضین کی سازشوں کا پردہ چاک کیا اور اُن کا مکروہ چہرہ عامۃ الناس کو دکھایا اور فضلِ رب سے ابدی سعادتوں کے حق دار بن گئے۔

خصوصاً زمانہ قریب میں علمائے سندھ نے، نیز یکتائے زمانہ امام عبدالعزیز پرہاروی ملتانی اور امام احمد رضا خان حنفی علیہم الرحمہ، کہ جنہوں نے اپنے وقت کے خارجیوں، ناصبیوں، رافضیوں اورزبردستی کے تفضیلیوں کی ریشہ دوانیوں کے مقابلہ میں فضائلِ صحابہؓ کرام، خصوصاً ملک المسلمین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور رفعتِ شان میں کُتب ورسائل تالیف کیے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے فیض کو جاری وساری رکھے، آمین......!

نگاہِ کرم کا طالب
ڈاکٹر حامد علی علیمی

☆☆☆☆

معروضۂ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصّلاۃ والسّلام

علی سیّد المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین۔ أما بعد!

مسلکِ اہلِ سنت و جماعت ہمیشہ سے اہلِ حق کی پہچان ہے اور دورِ حاضر میں ''فکرِ رضا'' اِسی مسلک کی بہترین تشریح وتنقیح کا نام ہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ اپنے قیام ہی سے فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں پیش پیش رہا ہے اور دُنیا شاہد ہے کہ اِس سے فیض پانے والے علمی ثقاہت کے ساتھ ساتھ فکری پختگی اور مسلکی تصلّب کے بھی حامل ہوتے ہیں۔

''رضا'' کی نسبت جامعہ کے نام کا حصہ اور ''رضا'' کی فکر جامعہ کی تربیت کی جان ہے۔ جامعہ کے تمام منتظمین واساتذہ اور طلبہ ومتعلقین اِسی فکر کے حامل وداعی ہیں۔

ہر دور میں اہلِ سنت کی یہ پہچان رہی ہے کہ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر نسبت کا احترام کرتے ہیں اور تمام صحابۂ کرام واہلِ بیت عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے ساتھ محبت وعقیدت کو اپنا افتخار گردانتے ہیں۔

دورِ حاضر کے خطرناک فتنوں میں سے ایک فتنہ رافضیت کی طرف میلان بھی ہے، بہت سے ایسے عوام وخواص سامنے آرہے ہیں جو خود کو اہلِ سنت کہلوانے کے باوجود بعض صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بدزبانی کرتے ہیں۔

فتنۂ رافضیت کے سدِّ باب اور عوامِ اہلِ سنت کے عقائد کے تحفظ کے لیے

فضلائے جامعہ کی تنظیم ''مجلس علماء نظامیہ پاکستان'' کی طرف سے ایک تحریر شائع کی گئی، جو ''چند اہم اسلامی عقائد'' کے عنوان سے معنون ہے اور ملک کے طول وعرض میں مساجد واہم مقامات کی زینت ہے۔ نیز جامعہ کے ترجمان ''ماہنامہ النظامیہ'' کے مضامین اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والے خطباتِ جمعہ کے تحقیقی مواد کے ذریعے بھی عوام کی تربیت جاری ہے۔

اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے طلبائے جامعہ کی تنظیم بزمِ رضا پاکستان کی طرف سے افاداتِ رضویہ سے ماخوذ ایک مختصر مگر وقیع تحریر کی اِشاعت کا اہتمام کیا گیا، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جامعہ کے سینئر مدرس مولانا محمد فاروق شریف قادری رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ نے نہایت جاں فشانی کے ساتھ اِس پر نظر ثانی فرمائی اور آپ کی سرپرستی میں بزم کے عہدے داران نے بھی پروف ریڈنگ وغیرہ کی ذمہ داری سرانجام دی۔

اِمسال (2022ء میں) بزمِ رضا پاکستان کے عہدے داران کے اسما درج ذیل ہیں:

محمد عثمان غنی رضوی (جنرل سیکرٹری)

سید جنید شاہ (جوائنٹ سیکرٹری)

محمد ناصر خان ومحمد فرحان (فنانس سیکرٹریز)

عدنان صفدر وعبد المجید (ناظمین نشر واِشاعت)

وسیم نسیم وفہیم رضا (ناظمین دفتر)

ربِ لم یزل کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ بطفیلِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری جملہ کاوشوں کو شرفِ قبول سے نوازے اور تمام احباب، قارئین ومتعلقین کو ہمیشہ مسلکِ حق اہل سنت و جماعت، جس کی پہچان آج کے دور میں مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ہوتی ہے، پر قائم ودائم فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ النّبی الأمین، صلی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

خیر اندیش: محمد عثمان غنی رضوی

معروضاتِ علیمی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُوَفِّقِ أَهْلِ السُّنَّةِ لِلْاِهْتِدَآءِ بِهَدْيِ الْأَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ مَصَابِيْحِ الظُّلَمِ وَهُدَاةِ الْأُمَّةِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَامِعِ الْكَفَرَةِ وَالْمُبْتَدِعِيْنَ وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَأَصْحَابِهِ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ الْمُتَّقِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ. اَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اس عالم کو پیدا فرمایا، طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا اور اس میں حضرت انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ پھر اس خاکدانِ عالم میں جن نفوسِ قدسیہ کو انسان کی رہنمائی اور رہبری کے لیے وقتاً فوقتاً بھیجا انہیں دنیا ”حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم“ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ ان حضرات کے فضائل و مناقب اور شان بیان کرنے کا حق کوئی انسان آج تک نہ ادا کر سکا ہے اور نہ قیامت تک کر سکے گا، بلکہ ان کے فضائل ومناقب بیان کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند مرتبہ پر فائز ہونے کی سعادت سے بہرہ وَر ضرور ہو رہا ہے۔ ان انبیا و مرسلین علیہم السلام کے جاں نثاروں اور غلاموں کو ”حواری“ اور ”صحابہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہر نبی و رسول علیہ السلام کے حواری وصحابی کی شان نرالی ہے، تاہم سید عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کے مقام و مرتبے کا عالم بلند و بالا ہے، ان کی تعریف وتوصیف میں کسی کی کیا مجال کہ کچھ اضافہ کر سکے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی تعریف

وتوصیف فرما دیں، ان کے حق میں کسی اور انسان کا تعریف وتوصیف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی ان حضرات پر طعن وتشنیع کرے یا زبان درازی کرتے ہوئے جھوٹی حکایات سے دلیل لائے، تو وہ مردود ونامراد ہوگا؛ کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے مکرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقابلہ کرنا ہے۔

آج تک جس کسی نے بھی کسی نبی علیہ السلام، صحابی یا کسی ولی کے فضائل ومناقب اور شان میں جو کچھ کہا یا لکھا ہے وہ دراصل اپنے آپ کو ان نفوسِ قدسیہ کے مدح خوانوں میں شمار کروانے اور آخرت میں اُن کی شفاعت وقرب پانے کے لیے کہا اور لکھا ہے۔ یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور رہے گا، زیرِ نظر تحریر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، کوئی خود تو مِٹ جائے گا مگر ان کے ذکر کو مٹا نہ سکے گا:

رہے گا یوں ہی اُن کا چرچا رہے گا   پڑے خاک ہوجائیں جَل جانے والے
وہی دھوم اُن کی ہے ماشاء اللہ   مِٹ گئے آپ مِٹانے والے

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام پر کچھ جاہلوں اور گمراہوں نے بے جا اعتراضات کیے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی مول لی۔ کچھ نے بعض کی محبت میں بعض دوسروں کو بُرا کہنا شروع کیا۔ خصوصاً امیر المؤمنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ملک المسلمین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والے معاملات بیان کرنے میں حد سے تجاوز کیا اور ایک کی محبت میں دوسرے کو برا کہنے لگے۔ جان لیں کہ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت میں امیر المؤمنین علی بن ابو طالب کو بُرا کہے وہ بدبخت ''ناصبی'' ہے اور جو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی محبت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہے وہ خبیث ''شیعی زیدی'' ہے۔ یہ دونوں قسمیں آج بھی موجود ہیں اور شر انگیزی میں

مصروفِ عمل ہیں۔

پاکستان میں کہیں ''تفضیلیت'' کا فتنہ سر اُٹھا رہا ہے تو کہیں ''شیعی زیدیت'' کا اور کہیں ''ناصبیت'' کا رنگ نظر آ رہا ہے، کہنے کو تو یہ فرقے سوادِ اعظم مسلکِ حق اہل سنت کا دم بھرتے ہیں، مگر کام بالکل خلاف کرتے ہیں۔ خدا انہیں ہدایت دے یا اُٹھالے!

امام احمد رضا خان حنفی نے جہاں اُمت کی رہنمائی کے لیے تحریر و تقریر سے کوشش کی وہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان، قرآن وسنت سے بیان کر کے عوام الناس تک پہنچائی؛ تاکہ حق بات کا علم ہو اور اُس پر عمل کیا جا سکے۔ فضائل و مناقب مصطفیٰ وصحابۂ کرام صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کے بارے میں کئی کُتب ورسائل مرتب کیے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی تحقیق و تنقیح میں مندرجہ ذیل کُتب ورسائل تحریر فرمائے:

(۱) "اَلْبُشْرٰی الْعَاجِلَةُ مِنْ تُحَفٍ آجِلَة" (۱۳۰۰ھ)

(۲) "اَلْأَحَادِيْثُ الرَّاوِيَةُ لِمَدْحِ الْأَمِيْرِ مُعَاوِيَة" (۱۳۰۳ھ)

(۳) "عَرْشُ الْإِعْزَازِ وَالْإِكْرَامِ لِأَوَّلِ مُلُوْكِ الْإِسْلَام"

(۴) "ذَبُّ الْأَهْوَاءِ الْوَاهِيَةِ فِيْ بَابِ الْأَمِيْرِ مُعَاوِيَة" (۱۳۱۲ھ)

(۵) "رَفْعُ الْعُرُوْشِ الْخَاوِيَةِ مِنْ أَدَبِ الْأَمِيْرِ الْمُعَاوِيَة"

(۶) "أَعْلَامُ الصَّحَابَةِ الْمُوَافِقِيْنَ لِلْأَمِيْرِ مُعَاوِيَةَ وَأُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ"

وغیرہ۔

لیکن افسوس! کہ ان میں سے کسی ایک تک بھی رسائی ممکن نہ ہوسکی "اِلَى اللهِ الْمُشْتَكٰى وَلَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا"۔

اِس تحریر میں امام احمد رضا خان حنفی کی کُتب سے اکثر اور دیگر اکابرِ اُمت کی کُتب سے بعض جگہ استفادہ کرتے ہوئے، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند سطور جمع کی گئی ہیں، اس کا نام حصولِ برکت کے لیے "اَلْاِفَادَاتُ الرَّضَوِیَّۃُ فِیْ مَدْحِ الْاَمِیْرِ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ" (شانِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) رکھا ہے۔ اس کی ابتدا، ۲ محرم الحرام، ۱۴۳۴ھ/ بمطابق 16 نومبر 2012ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی اور الحمد للہ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/ بمطابق 8 دسمبر، 2012ء، بروز اتوار بوقتِ ظہر مکمل ہوئی، پھر رمضان المبارک میں نظرِ ثانی کی گئی اور بحمد اللہ ۲۱ رمضان ۱۴۳۴ھ بروز بدھ کام مکمل ہوا۔ اب ماہِ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ اس پر ایک بار پھر نظر کر کے تکمیل تک پہنچایا۔

آخر میں راقم الحروف تعاون فرمانے والے تمام حضرات، بالخصوص علمائے کرام کا تہِ دل سے شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء و مشائخ اہل سنت کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر صحت و عافیت کے ساتھ دراز فرمائے اور ہماری دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے، آمین۔

ڈاکٹر حامد علی علیمی غفرلہٗ ولوالدیہ
کراچی، پاکستان

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب

آپ رضی اللہ عنہ کا نام معاویہ اور کنیت ابوعبدالرحمن ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے:
معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قُصیّ۔
والدۂ ماجدہ کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہے۔
(معرفۃ الصحابہ، ابو نعیم اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، طبعہ اولیٰ، ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م، ج۴، ص ۲۲۳)

صحابیت

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اَجلّہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ہیں۔
(فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ج۲۹، ص۲۷۹)

فتحِ مکہ سے پہلے صلحِ حدیبیہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے، اُس وقت عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبینِ وحی میں سے ہیں۔ آپ کے والدین اور بہن بھائی بھی شرفِ صحابیت سے فیض یاب ہوئے، **رضی اللہ تعالی عنہم و أرضاهم عنا۔** محدثین کرام خصوصاً ائمۂ صحاحِ ستّہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔
(معجم الصحابہ، ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی، متوفی ۳۱۷ھ، دارالبیان کویت، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م، ج۵، ص ۳۶۳۔ ۳۶۵، ومعرفۃ الصحابہ، ج۴، ص ۲۲۳)

صحابی کی تعریف

''صحابی'' اُس خوش نصیب مسلمان کو کہتے ہیں جس نے حالتِ ایمان میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا اور اسی حالتِ ایمان میں دارِفنا سے دارِ بقا کا راہی ہوا۔ اب چاہے اس صحبت سے شرف یاب ہونا مختصر وقت کے لیے میسّر ہوا ہو یا طویل وقت کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت کی ہو یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا ہو یا نہ لیا ہو، بلکہ بحالتِ ایمان صرف زیارت سے ہی فیض یاب ہوا یا بحالتِ ایمان شرفِ ملاقات تو نصیب ہوا لیکن کسی عارضہ کی وجہ سے زیارت نہ کرسکا ہو مثلاً نابینا، تو اسے بھی صحیح قول کے مطابق ''صحابی'' ہی کہیں گے۔

(فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ج ۲۹، ص ۳۵۵، ملخصًا)

قرآن کریم میں صحابۂ کرام کی اقسام اور فضیلت

☆ صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ وہ حضرات انبیا اور فرشتے نہیں تھے، کہ معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں ہوئیں، مگر ان کی کسی بات پر گرفت، اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔ سورۂ حدید میں اللہ عزوجل نے صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلّم کی دو قسمیں ذکر فرمائیں، ارشاد ہوا:

لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَ قٰتَلُوۡا ؕ وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ۔

(الحدید 57:10)

تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ بھلائی (جنت) کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

(۱) اس قسم میں وہ صحابۂ کرام ہیں، جو فتحِ مکہ سے پہلے ایمان لائے، راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا، جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کے لیے نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا!

(۲) اس قسم میں وہ صحابۂ کرام ہیں جو فتحِ مکہ کے بعد ایمان لائے، راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا، ان اہلِ ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہادِ مالی وقتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اَجر اِن کا بھی عظیم ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اُن ''سابقون اوّلون'' والوں کے درجہ کا نہیں۔

مومنیں پیشِ فتح و پسِ فتح سب　　　اہلِ خیر وعدالت پہ لاکھوں سلام
جس مسلماں نے دیکھا انہیں اِک نظر　　　اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

مرتبۂ صحابیت میں تو سب کے سب برابر ہیں، لیکن فضل وکمال میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے پہلی قسم والوں کو دوسری قسم والوں پر ترجیح دی اور اُن کی فضیلت بیان کی اور صاف فرما دیا کہ وہ مرتبہ میں بعد والوں سے بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں یہ تھا کہ کچھ لوگ ایسے بھی آئیں گے جو حضرات صحابہ کرام کی اعلیٰ وارفع شان میں اپنی جہالت، غفلت یا قلبی خباثت وشناعت کے باعث طعن وتشنیع کریں گے اور ان کے افعال (خصوصاً باہم مشاجرات) کی تفتیش کریں گے، قرآن عظیم نے مذکورہ آیت میں ان دریدہ دہنوں، بے باکوں، بے ادب، ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابۂ کرام

کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں، وہ افعال بشرطِ صحت اللہ عزوجل کو معلوم تھے پھر بھی اُن حضرات سے ''حُسنٰی'' (بھلائی) کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے، جنت و مدارجِ عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عزوجل کے دستِ قدرت میں ہیں معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے جو ''حُسنٰی'' کا وعدہ اُن صحابہ سے فرمایا ضرور پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا۔

آیۂ کریمہ میں ہے: ''وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔''
یعنی: ''اللہ تعالیٰ ان سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا ہے اور اے نبی کے صحابہ! اللہ خوب جانتا ہے کہ جو کچھ تم کرنے والے ہو، اس کے باوجود وہ تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔''

پھر دوسرا کون ہے جو صحابۂ کرام میں سے کسی کی بات پر طعن و تشنیع کرے! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ان حضرات کے بعض معاملات میں، اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کے مقابل ''حکایات'' پیش کرنا جن میں اکثر جھوٹی ہیں، اللہ واحد قہار کو معاذ اللہ جھٹلانا ہے اور یہ کم از کم مسلمانوں کا کام نہیں۔

آیئے! قرآن کریم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن سے ''بھلائی'' کا وعدہ فرمالے اُن کے لیے کیا بشارت ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے بھلائی کا وعدہ کیا، اُن کے بارے میں فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے

ہیں، وہ اُس کی بھنک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے اُن کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ [الانبیاء 21:101 تا 103]

☆ اللہ تعالیٰ صحابۂ کرام کی شان میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (التوبہ 9:100)

اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اب اگر کوئی اس کے بعد بھی صحابۂ کرام کی شان میں کچھ بکے تو وہ اپنا ہی سر کھائے گا اور خود جہنم میں جائے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے، آمین۔

احادیث اور شانِ صحابہ واہل بیت

☆ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ" یعنی تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔

(سنن ابوداود، ابواب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، حدیث: 4607)

☆ ایک حدیث میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ستاروں کی مانند قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے:
"أَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ۔" یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی بھی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، الفصل الثالث، حدیث:6018)

☆ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو کشتیِ نوح کی طرح قرار دیا۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا: "مَثَلُ أَهْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ فِیْ قَوْمِ نُوْحٍ، مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ" یعنی تم میں میرے اہلِ بیت کی مثال کشتیِ نوح کی طرح ہے، جو اُس میں سوار ہوا نجات پا جائے گا اور جو اُس میں سوار نہ ہوا وہ ہلاک ہو جائے گا۔
(المعجم الکبیر، باب الحاء، حدیث:2637)

ان تمام احادیث کے معانی کو امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے ہی خوب صورت انداز میں اپنے اشعار میں اس طرح پرویا کہ

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار، اَصحابِ حضور نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ستاروں کی مانند اور اہل بیتِ اطہار کو "کشتیِ نوح کی طرح" کہنے کی کیا حکمت ہے؟ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ (الانعام 6:97)

اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں ہم نے نشانیاں مفصّل بیان کر دیں علم والوں کے لیے۔

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک کشتی کا سمندر اور دریا میں چلنا بھی ہے۔اب اگر کوئی صرف کشتی پر سوار ہو جائے اور ستاروں سے راہ نمائی حاصل نہ کرے تو وہ ضرور گمراہ ہو جائے گا؛ کیونکہ آج کے اس جدید دور میں بھی یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ سمندری سفر میں بسا اوقات جہازوں میں کمپاس وغیرہ جیسے سمت بتانے والے آلات بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، اُس وقت صرف یہ ستارے ہی ہوتے ہیں جن کی مدد سے راہ نمائی حاصل کر کے منزلِ مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔اسی طرح اگر کوئی سمندری سفر کے لیے صرف ستاروں کو تھامے رکھے اور کشتی کو چھوڑ دے۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ میں سمندر تیر کر پار کرلوں گا،تو یقیناً لوگ اُسے مجنوں کہیں گے۔ یہ ضرور ہے کہ کشتی پر سوار ہو کر ستاروں سے رُوگردانی کرنے والا اور اِسی طرح ستاروں کو تھام کر کشتی کو چھوڑنے والا...... یہ دونوں کہیں نہ کہیں ضرور پہنچیں گے،مگر کہاں؟ سیدنا شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کی منزل بہت واضح بتا دی تھی اور فرمایا تھا: ''قَدْ وَصَلُوْا إِلٰی سَقَر۔'' یعنی بے شک یہ لوگ پہنچ گئے،مگر جہنم میں،**والعیاذ باللّٰہ تعالٰی۔**

معلوم ہوا کہ اگر کوئی گمراہی کے سمندر سے نجات حاصل کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ کشتی میں سوار ہو جائے اور یقیناً کشتی سے محبت کرنے والا نہ اُس میں عیب نکالے گا اور نہ کبھی اسے نقصان پہنچائے گا؛ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اسے نقصان پہنچایا گیا تو غرق ہو جائے گا۔ نیز سوار ہو کر ستاروں سے راہ نمائی لینا شروع کر دے ورنہ منزل مقصود تک نہیں پہنچے گا۔مختصر یہ کہ کشتی و ستاروں کا تعلق لازم و ملزوم ہے۔ ''اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ''۔ عقل مندرا اشارہ کافی است۔

مقامِ صحابۂ کرام احادیث میں

اس سلسلے میں احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، چند روایات بطورِ تبرک پیش ہیں:

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِرَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِيْ خَيْرًا أَلْقٰى حُبَّ أَصْحَابِيْ فِيْ قَلْبِهٖ۔ "جب اللہ تعالیٰ میری اُمت کے کسی شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔ (الجامع الصغیر، حرف الہمزۃ مع الذال، حدیث: 395، کنز العمال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت طبعۂ اولیٰ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م، مجلد ۶، جزء ۱۱، ص ۲۴۲)

☆ سیدنا عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ! لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهٗ۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد اُنھیں نشانہ نہ بنانا، جس نے اُن سے محبت کی تو اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے میری عداوت سے اُن کا دشمن ہے۔ جس نے اُنھیں ستایا اُس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو اِیذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اِیذا دی تو قریب ہے اللہ تعالیٰ اُس کی گرفت فرمائے۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب، حدیث: 3862)

☆ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: "مَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ، وَمَنْ حَفِظَنِيْ فِيْهِمْ فَأَنَا أَحْفَظُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔" جو میرے صحابہ کو بُرا

کہے اُس پر اللہ کی لعنت اور جو اُن کے معاملہ میں میرا لحاظ رکھے میں قیامت کے دن اُس کا حافظ ونگہبان ہوں گا۔

(تاریخ دمشق، ترجمہ: ۵۳۰۲، عمر بن الخطاب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج۴۷، ص۱۸۱)

تنبیہ ضروری

اہل سنت کا عقیدہ ہے: "وَنَكُفُّ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ إِلَّا بِخَيْرٍ" یعنی صحابۂ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔

(شرح عقائد النسفی، دار الاشاعۃ العربیۃ، قندھار، افغانستان، ص۱۱۶)

یہ اُن صحابۂ کرام کے حق میں ہے جو ایمان وسنت اور اسلامِ حقیقی پر تا دمِ مرگ ثابت قدم رہے اور اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی۔ رہے وہ بدنصیب لوگ کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہلِ حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے، وہ ہرگز اس حکم کا مصداق نہیں؛ اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جنگِ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے، لیکن اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فسّاق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمّت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ) [فتاوی رضویہ، ج:۲۹، ص:۳۶۳، ملخصاً]

صحابۂ کرام کے بارے میں بدزبانی پر وعید

احادیثِ مبارکہ میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بدزبانی کرنے والے کو سخت وعیدیں فرمائی گئی ہیں۔

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ"۔ جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہوں تو کہو: تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حدیث:3866)

☆ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا: "شِرَارُ أُمَّتِي أَجْرَؤُهُمْ عَلَى صَحَابَتِي"۔ میری اُمت میں بدترین وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرأت کرنے والے ہیں۔

(حلیۃ الاولیا، ج:2، ص:183۔ کنز العمال، مجلد۶، جزء۱۱، ص۲۴۲)

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مرفوعاً روایت کیا: "مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"۔ جو میرے صحابہ کو بُرا کہے اُس پر اللہ تعالیٰ، اُس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

(المعجم الکبیر، باب العین، عبداللہ بن ابی ہذیل، حدیث:12709)

فضائلِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں قرآن وسنت کے احکام جاننے کے بعد ہم اب خاص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ذکر کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کئی احادیث وآثار وارد ہیں، ان کا انکار کرنے والے جاہل ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی ''حدیث صحیح'' نہیں ہے، یقیناً یہ اُن کی نادانی ہے کیونکہ علمائے محدثین اپنی اصطلاح کے مطابق کلام فرماتے ہیں، مگر یہ ناسمجھ خدا جانے معانی کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ فضائل ومناقب

میں باتفاقِ علما ضعیف حدیث بھی کافی ہوتی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خُوبی بیان ہوئی کہ اُسے اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان فضائل ومناقب کے مان لینے کو ''ضعیف حدیث'' بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحتِ حدیث میں کلام کر کے اسے قبول نہ کرنا فرقِ مراتب نہ جاننے کے سبب ہے، تاہم حدیثِ موضوع کسی صورت بھی مقبول نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مناقبِ سیدنا امیر معاویہ وسیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بقولِ امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نواصب نے حدیثیں گھڑی ہیں۔ اسی طرح روافض نے فضائلِ امیر المؤمنین و اہلِ بیت طاہرین علیہم الرضوان میں تقریباً تین لاکھ حدیثیں گھڑی ہیں، جیسا کہ حافظ ابویعلی اور حافظ خلیلی علیہما الرحمہ نے بیان کیا ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۵، ص ۴۶۱، ۴۶۲، ملخصا)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ اِعزاز بھی حاصل ہے کہ زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُنھیں متعدد بار دعائیں نصیب ہوئیں۔

☆ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوعُمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا کی ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِ بِہٖ''۔ یعنی اے اللہ! معاویہ کو ایسا بنا دے کہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو، دوسروں کو بھی ہدایت دے اور اے اللہ! اِس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ (جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب معاویہ، امین کمپنی دہلی، ج ۲، ص ۲۲۵)

☆ سیدنا وَحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ امْلَأْہُ عِلْمًا وَحِلْمًا۔ اے اللہ! معاویہ کو علم اور حِلم (بُردباری) سے بھرپور

فرما (اُس کا علم بھی وسیع ہو اور بُردباری بھی اعلیٰ درجہ کی ہو)۔

(التاریخ الکبیر للبخاری، حدیث:2624)

☆ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَةَ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ اے اللہ! معاویہ کو حساب وکتاب سکھادے اور عذاب سے محفوظ رکھنا۔

(مسند احمد، حدیث:17152، طبرانی، صحیح ابن حبان، معرفۃ الصحابہ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد وفقیہ ہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عکرمہ نے شکایت کی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے، تو اُنھوں نے جواب دیا: ''دَعْهُ فَإِنَّهُ فَقِيْهٌ'' یعنی انہیں کچھ نہ کہو، کہ وہ مجتہد ہیں۔

(صحیح بخاری، باب ذکر معاویہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج۱، ص۵۳۱، فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۱۹۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عدل کرنے والے خلفا سے ہیں

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے: لَا یَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِیْزًا إِلَی اثْنَیْ عَشَرَ خَلِیْفَةً کُلُّھُمْ مِّنْ قُرَیْشٍ۔'' بارہ خلفا کے گزرنے تک اسلام غالب رہے گا اور وہ قریش سے ہوں گے۔

(صحیح مسلم، مقدمۃ الکتاب، باب الامارۃ باب الناس تبع القریش، ج۲، ص۱۱۹)

دوسری روایت میں ہے: لَا یَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِیًا مَا وَلَّاھُمْ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا کُلُّھُمْ مِّنْ قُرَیْشٍ''۔ لوگوں کا معاملہ ہمیشہ چلتا رہے گا، جب تک ان پر بارہ خلفا کی ولایت رہے گی، جو سب کے سب قریشی ہوں گے۔ (صحیح مسلم، ج۲، ص۱۱۹)

یہ روایت بھی ہے: لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ أَوْيَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے یا تم پر بارہ خلفا کی خلافت قائم رہے، جو تمام قریشی ہوں گے۔

(صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب الامارۃ باب الناس تبع القریش، ج ۲، ص ۱۱۹)

سوال یہ ہے کہ اِس حدیث میں مذکور بارہ خلفا کون سے ہیں؟ ان بارہ کی گنتی کس سے شروع کی جائے؟ اس میں صورتِ حق کیا ہے جو اِس حدیث شریف کا مصداق ہے؟ آیا یہ حدیث قابلِ اعتبار بھی ہے یا نہیں؟ ان تمام سوالات کے جواب میں (فتاوی رضویہ، ج ۲۷، ص ۵۰۔۵۱ پر) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ حدیث ہے اور ان بارہ خلفا کو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے شمار کرنا لازم ہے؛ کیونکہ اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے: يَكُوْنُ بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً، أَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ لَا يَلْبَثُ إِلَّا قَلِيْلَهٗ۔ ''میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے، ابوبکر تھوڑے ہی دن رہیں گے۔'' (صحیح مسلم، مقدمۃ الکتاب، باب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش، ج ۲ ص ۱۱۹۔ المعجم الکبیر، حدیث: ۱۴۲، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ج، ص ۹۰)

اس سے مراد وہ خُلفا ہیں کہ والیانِ اُمّت ہوں اور عدل و شریعت کے مطابق حکم کریں، ان کا متصل مسلسل ہونا ضروری نہیں، نہ حدیث میں کوئی لفظ اِس پر دلالت کرنے والا ہے، اُن میں 9 نفوسِ قدسیہ معلوم ہیں، باقی تین کی تعیین پر کوئی یقین نہیں، 9 کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۲) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۳) امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

(۴) امیر المؤمنین حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

(۵) حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

(۶) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

(۷) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

(۸) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

(۹) اور حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کہ آخری زمانے میں ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا، خطائے اجتہادی تھی

اہل سنت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا، خطائے اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں۔ خطائے اجتہادی دو قسم کی ہے: (۱) مقرر۔ (۲) منکر۔

(۱) مُقرَّر: وہ خطا ہے جس کے کرنے والے کو اُس پر برقرار رکھا جائے گا اور اُس سے تعرض نہیں کیا جائے گا، جیسے احناف کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا حنفی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۲) مُنکَر: وہ خطا جس کے کرنے والے پر انکار کیا جائے گا، جب کہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو، جیسے اجلۂ اصحاب جنگِ جمل، کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطا یقیناً خطائے اجتہادی، جس میں کسی سُنیت کے دعوے دار شخص کو محلِ لب کشائی نہیں، بایں ہمہ اِس پر انکار لازم تھا، جیسا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا، باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مداخلت کرنا حرام ہے۔

☆ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا"۔ جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو (انہیں بُرا کہنے سے اپنی زبان روک لو)۔

(المعجم الکبیر، حدیث: ۱۴۲۷، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ج۲،ص۹۶)

☆ دوسری حدیث میں ہے: سَتَكُونُ لِأَصْحَابِي بَعْدِي زَلَّةٌ يَغْفِرُهَا اللهُ لَهُمْ لِسَابِقَتِهِمْ، ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ يَكُبُّهُمُ اللهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي النَّارِ۔ قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہو گی جسے اللہ بخش دے گا، اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے، پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔

(المعجم الاوسط، حدیث: ۳۲۴۳، مکتبۃ المعارف ریاض، ج۴،ص۱۴۲، مجمع الزوائد، ج۷،ص۲۳۴)

حدیث میں مذکور یہ وہ لوگ ہیں جو اُن لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے۔

(فتاوی رضویہ، ج۲۹،ص۳۳۶، ۳۳۷ملخصاً)

حضرت امیر معاویہ کو خلافتِ سیدنا علی سے اختلاف نہیں تھا

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الآثار" میں لکھتے ہیں: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ کوفہ نے قنوتِ نازلہ پڑھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا (بڑی مصیبت کے وقت نمازِ فجر میں دُعا پڑھنا سیدنا علی سے سیکھا تھا)؛ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت قنوت پڑھی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کی جنگ ہوئی اور اہلِ شام نے حضرت معاویہ سے قنوت پڑھنا اخذ کیا؛ کیونکہ وہ بھی جنگ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(کتاب الآثار، باب القنوت فی الصلاۃ، رقم:216)

ممکن ہے کہ اُن حضرات نے قنوت اِس مضمون کی پڑھی ہو: "اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ

بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا، فَإِنَّهُمْ إِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا" اے اللہ! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان صلح پیدا فرمادے؛ کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں، اُنہوں نے ہمارے خلاف سرکشی کردی ہے۔

لیکن اس روایت سے یہ سمجھنا کہ یہ دونوں حضرات اس لیے قنوت پڑھا کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو "باغی" سمجھتے تھے، یا ایسا گمان کرنا اور ایسا احتمال نکالنا صریح جہالت اور ان پر افترا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صاف تصریح بسندِ صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع (جھگڑا) نہیں نہ میں اپنے آپ کو مولیٰ علی کے برابر سمجھتا ہوں...چنانچہ فرماتے ہیں: وَإِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهُ أَفْضَلُ مِنِّي وَأَحَقُّ بِالْأَمْرِ وَلٰكِنْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ عُثْمَانَ قُتِلَ ظُلْمًا وَّأَنَا ابْنُ عَمِّهٖ وَوَلِيُّهٗ، أَطْلُبُ بِدَمِهٖ۔" بے شک میں جانتا ہوں کہ علی کرم اللہ وجہہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار ہیں، لیکن کیا تمھیں خبر نہیں کہ تحقیق امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ ظلماً قتل کیے گئے ہیں، میں اُن کا چچازاد بھائی اور اُن کا ولی ہوں میں ان کے خون کا بدلہ طلب کرتا ہوں۔

(رواه يحيى بن الجعفي استاذ الامام البخاري في "كتاب صفين"، بسند جيد عن أبي مسلم الخولاني، انظر فتح الباري، ج: 13، ص: 86۔ فتاوی رضویہ، ج۷، ص ۵۰۳۔۵۰۹، ملخصا)

حضرت امیر معاویہ حضرت علی کا احترام کرتے تھے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ "فضائل صحابہ" میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا، فرمایا: "سَلْ عَنْهَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَهُوَ أَعْلَمُ"، یعنی یہ مسئلہ مولا علی سے پوچھو وہ زیادہ علم رکھتے ہیں۔ سائل نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے آپ کا

جواب اُن کے جواب سے زیادہ محبوب ہے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بِئْسَمَا قُلْتَ، وَلُؤْمَ مَا جِئْتَ بِهٖ، لَقَدْ كَرِهْتَ رَجُلًا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَغُرُّهُ الْعِلْمَ غَرًّا، وَلَقَدْ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى غَيْرَ أَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ وَكَانَ عُمَرُ إِذَا أَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ يَأْخُذُ مِنْهُ۔ یعنی اے شخص! تو نے سخت بُری بات کہی، تُو نے اُس ہستی کو ناپسند کیا جس کے علم کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عزت افزائی فرماتے تھے اور بے شک حضور نے ان سے فرمایا: تجھے میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی بات میں مشکل پیش آتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جواب لیا کرتے تھے۔

(فضائل الصحابۃ لامام احمد، حدیث: ۱۱۵۳، فضائل علی، موسستہ الرسالہ، بیروت، ج:۲، ص: ۶۷۵۔ فتاویٰ رضویہ، ج۱۵، ص۶۷۵۔۶۸۱)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خاص خدّام میں سے ایک حضرت ضِرَار علیہ الرحمہ بھی تھے۔ وہ سلطانِ اسلام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: صِفْ لِيْ عَلِيًّا ۔ میرے سامنے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔حضرت ضرار نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں طویل گفتگو کی، اُن کی دنیا سے بے رغبتی اور ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا ذکر کیا۔راوی کہتے ہیں: فَوَكَفَتْ دُمُوْعُ مُعَاوِيَةَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ مَا يَمْلِكُهَا، وَجَعَلَ يُنَشِّفُهَا بِكُمِّهٖ وَقَدِ اخْتَنَقَ الْقَوْمُ بِالْبُكَاءِ۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بے اختیار اتنا روئے کہ اُن کی داڑھی شریف آنسوؤں سے تر ہوگئی، پوری محفل پر ایک کیفیت طاری تھی اور سب اشک بار تھے۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا الْحَسَنِ، كَانَ وَاللّٰهِ كَذٰلِكَ۔ اللہ تعالیٰ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر رحمتوں کا نزول فرمائے، قسم بخدا! وہ ایسے ہی تھے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء لابی نُعیم، ج:1، ص:84 دار الکتاب العربی۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:3، ص:1108، دار الجبل)

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کی تھی

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی تھی، اس سے مقصود، صلح اور بندشِ جنگ تھی اور یہ صلح وتفویضِ خلافت اللہ ورسول کی پسند سے ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا: اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ میرا یہ بیٹا سید ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، مناقب الحسن والحسین، قدیمی کتب خانہ، ج ۱، ص ۵۳۰، مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۵۶۹)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے، اگر آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ ہوتے تو امامِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہرگز اُنہیں خلافت تفویض (سپرد) نہ فرماتے، نہ اللہ ورسول اسے جائز رکھتے۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۹، ص ۳۳۵، ۳۳۶، ملخصاً)

اہلِ حق کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کا راست آنا اُس دن سے ہوا، جب سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمائی اور یہ صلح جلیل و جمیل ہے، جس کی اُمید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی اور اِس صلح کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی سیادت کا

نتیجہ قرار دیا، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح حدیث میں فرماتے ہیں، جو صحیح بخاری میں ہے کہ ''میرا یہ بیٹا سید ہے، اُمید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرما دے۔'' اور اِسی سے ظاہر ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی، امام حسن مجتبیٰ پر طعنہ زنی ہے، بلکہ اِن کے جدِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعنہ ہے بلکہ یہ ان کے خدا عزوجل پر طعن کرنا ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی باگیں (ذمہ داری) ایسے کو سونپنا جو طعنہ زنوں کے نزدیک ایسا ایسا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے اور معاذ اللہ (ان کے طور پر) یہ لازم آتا ہے کہ اس خیانت کا ارتکاب امام حسن مجتبیٰ نے کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند کیا، حالانکہ وہ تو اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، جو کچھ بولتے ہیں وہ وحی ہے، جو انہیں خدا کی طرف سے آتی ہے، تو اس تقریر کو یاد رکھو، کیونکہ یہ اُس کے لیے فائدہ مند ہے جس کی ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا۔

(المعتمد المستند علی المعتقد المنتقد، امام احمد رضا خان، مترجم مفتی محمد اختر رضا خان، ۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۷ء، مکتبہ برکات المدینہ کراچی، ص ۲۸۷۔ ۲۸۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بادشاہِ اسلام ہیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو اول ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں۔ اِسی کی طرف تورات مقدس میں اشارہ ہے کہ **مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهٗ طَيْبَةُ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ**۔ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔ (المستدرک علی الصحیحین، کتاب تواریخ المتقدمین، حدیث:4242)

تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی۔(فتاوی رضویہ، ج۲۹،ص ۳۵۷، واحکامِ شریعت)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت بیس سال رہی، جب کہ خلافت راشدہ میں بھی بیس سال تک گورنر کے عہدے پر فائز رہے۔

(معرفۃ الصحابہ، ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج۴،ص ۲۳۳)

صحابہ واہلِ بیت کے بارے اہلِ سنت کا عقیدہ اور بدمذہبوں کی تردید

حضرات انبیاء ومرسلین اور سادات فرشتگانِ مقربین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد اصحابِ سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالی علیہ وعلیہم أجمعین سب سے زیادہ عزت ومنزلت اور قُرب وقبولِ بارگاہِ الٰہی پر فائز ہیں......اور اُنہی میں حضرت بتول، جگر پارۂ رسول، خاتونِ جہاں، بانوئے جہاں، سیدۃ النساء فاطمہ زہرا شامل......اور اِس دو جہاں کی آقا زادی کے دونوں شہزادے، عرش کی آنکھ کے دونوں تارے، آسمانِ کرامت کے مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العینِ رسول، امامین کریمین، سعیدین شہیدین، تقیّین نقیّین، نیّرین، طاہرین ابو محمد حسن و ابو عبداللہ حسین اور تمام مادرانِ اُمت، بانوانِ رسالت (اُمّہات المؤمنین) علی المصطفٰی وعلیہم کلّہم الصلوٰۃ والتحیۃ داخل ہیں؛ اس لیے کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ خدا نما کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا۔ اُن کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ورفعت سے آگاہ ہے...... یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ محبّ جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو بُروں کی ہم نشینی ورفاقت سے بچاتا ہے...... اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، جب اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، جو اُس کے محبوب وسید المحبوبین ہیں، بہترین انسانوں کو حضور کا

صحابی، جلیس وانیس ویار ومددگار مقرر فرمایا ہے تو اب جو ان میں سے کسی پر طعنہ زنی کرتا ہے جناب باری تعالیٰ کے کمالِ حکمت وتمامِ قدرت پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی محبوبیت و نہایت منزلت پر اعتراض کرتا ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ! لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهٗ۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو! میرے اصحاب کے حق میں، انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد، جو اُنہیں دوست رکھتا ہے میری محبت سے اُنہیں دوست رکھتا ہے اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو (عذاب میں) گرفتار کرلے۔

(رواہ الترمذی وغیرہ)

اب اے خارجیو! اے ناصبیو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ بالا اِس ارشاد عام سے، اور جناب باری تعالیٰ نے آیت کریمہ: ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' سے جناب ذوالنورین حضرت عثمان غنی واسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب وحضرات سبطین کریمین امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو خارج کر دیا ہے؟

یا اے شیعو! اے رافضیو! اِن احکامِ شاملہ سے، جن میں جملہ صحابۂ کرام داخل ہیں، خدا ورسول جلّ وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین جناب صدیق اکبر، جناب عمر فاروق اور جناب عثمان غنی و جناب اُمّ المومنین، محبوبۂ سید العالمین عائشہ صدیقہ وحضرات طلحہ وزبیر ومعاویہ وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو

خارج کر دیا اور تمہارے کان میں کہہ دیا کہ ''أصحابی'' سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر ''ھم'' کے مصداق اِن لوگوں کے سوا اور ہیں؟ جو تم ان کے اے خوارج اور اے روافض! دشمن ہو گئے اور عیاذاً باللہ اِنہیں لعن طعن سے یاد کرنے لگے۔ ہائے بدبختی! یہ نہ جانا کہ یہ دشمنی، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی ہے اور اُن کی ایذا، حق تبارک وتعالیٰ کی ایذا۔

''اہل سنت و جماعت'' پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت اور دائمی عنایت ہو، جنھوں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو ہمیشہ کسی استثنا کے بغیر، نگاہِ تعظیم و اجلال اور نظرِ تکریم وتوقیر سے دیکھنا اپنا شعار و دِثار کرلیا ہے اور سب کو آسمانِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیّارے جاننا عقیدہ کرلیا، کہ ہر ہر فردِ بشر اُن کا سَرو رِعُدول اور اخیار واتقیا وابرار (ہر ہر صحابی تمام متقین اور مقربین) کا سردار ہے...... تابعین سے لے کر قیامت تک، اُمت کا کوئی ولی کیسے ہی پایۂ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو یا کوئی اور، ہرگز ہرگز اِن صحابۂ کرام میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا اور اِن میں ادنیٰ کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ صادق کے مطابق دوسروں کا اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنا، اِن کے نصف صاع (تقریباً دو کلو) جَو کے برابر نہیں، جو قُربِ خدا اِنہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں اور جو درجاتِ عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔

اہل سنت و جماعت ان سب کو بالاجمال اعلیٰ درجے کا برّ و متقی جانتے ہیں اور تفاصیل احوال کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا؟ اس پر نظر کرنا حرام مانتے ہیں...... جو فعل اِن حضرات صحابۂ کرام میں سے کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظرِ قاصر میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے، اُسے محملِ حسن پر اتارتے ہیں (اُس کی اچھی توجیہ کرتے ہیں)...... اور اللہ کا سچا قول ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ'' سُن کر آئینۂ دل میں زنگِ تفتیش کو جگہ نہیں

دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکم فرما چکے "إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوا" جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔

لہٰذا اہل سنت و جماعت نے اپنے آقا کا فرمانِ عالی شان اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں سُن کر زبان بند کرلی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کرلیا اور جان لیا کہ ان کے رُتبے ہماری عقل سے وراہیں، پھر ہم اُن کے معاملات میں کیا دخل دیں؟ اُن میں جو مشاجرات (واختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

حاشا! کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں...... یا اِن نزاعوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں...... بلکہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ وہ سب دینی مصلحتوں کے طلب گار تھے، جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی وشرعِ رسالت پناہی جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے زیادہ مناسب معلوم ہوئی، اُس نے وہ اختیار کی...... اگرچہ اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی، لیکن وہ سب حق پر ہیں اور سب واجب الاحترام......اُن کا حال بعینہٖ ایسا ہے جیسا فروعِ مذہب میں مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی وغیرہ کے اختلافات...... نہ ہرگز اِن منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہو جانا۔

بالجملہ ارشاداتِ خدا اور رسول عزّ مجدہٗ و صلّی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ہم نے اتنا یقین کرلیا کہ سب صحابۂ کرام اچھے اور عدل وثقہ، تقی، نقی اَبرار ہیں اور اُن کے مشاجرات کی تفاصیل پر غور وفکر گمراہ کرنے والا ہے...... اِس کی مثال عصمتِ انبیا علیہم الصلوۃ والثناء ہے، کہ اہلِ حق اہل سنت و جماعت شاہراہِ عقیدت پر چل کر منزلِ مقصود کو پہنچے اور اربابِ باطل تفصیلوں میں خوض و ناحق غور کر کے ضلالت اور بددینی میں جا پڑے، والعیاذ

باللہ تعالیٰ۔اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج ۲۹،ص ۳۵۴، ۳۶۱،ملخصاً)

کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کی شان میں طعن و تشنیع کرنا رافضیت ہے اور ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور پڑھی ہوئی نماز کو دُہرانا واجب ہے، اگرچہ ہر مکروہِ تحریمی کے ارتکاب سے نماز واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔

چنانچہ فتاوی رضویہ، ج ٦،ص ٦٢٣، ٦٢٦ کی تلخیص ہے: کیا حکم ہے اہل شریعت کا اِس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے؟ اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ؟ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب: (۱) جو قراءت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی بگڑ جائے (۲) وضو (۳) یا غسل صحیح نہ کرتا ہو (۴) یا ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم (۵) یا وہ جو اِن میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کے ''کفر'' میں شک کرے (٦) یا اسے کافر کہنے میں تردّد کرے اُن کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔

(۷) اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ، مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں، یا تفسیقیہ، کہ بعض صحابۂ کرام، مثلاً امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو بُرا کہتے ہیں، اِن کے پیچھے نماز ''بکراہتِ شدیدہ تحریمیہ مکروہ'' ہے: کہ انہیں امام بنانا حرام، اِن کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کو لوٹانا واجب۔

اور (۸) انہیں کے قریب ہے فاسقِ معلن، مثلاً داڑھی منڈا، یا خشخاشی رکھنے والا، یا کترواکر حدِ شرع سے کم کرنے والا، یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا،

خصوصاً وہ جو چوٹی گُندھوائے اور اس میں موباف (پراندہ) ڈالے، یا (۹) ریشمی کپڑے یا مغرق (سونے چاندی کے کام والی) ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے سے زائد کی انگوٹھی (۱۰) یا کئی نگ کی انگوٹھی (۱۱) یا ایک نگ کی دو انگوٹھیاں، اگر چہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں (۱۲) یا سُود خور (۱۳) یا ناچ دیکھنے والا، ان کے پیچھے بھی نماز ''مکروہ تحریمی'' ہے۔

اور جو فاسق معلن نہیں، یا قرآن میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یا نابینا، یا جاہل، یا غلام، یا ولد الزنا، یا خوب صورت اَمرد، یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں، اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز ''مکروہِ تنزیہی'' ہے، کہ پڑھنی خلافِ اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔

اور اگر یہی آخری قسم کے لوگ حاضرین میں سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے...... بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں کے، کہ اگر چہ عالم متبحر ہو، وہی حکم کراہت رکھتا ہے، مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور اِن کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو، وہاں اِن کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لیے جائیں...... بخلاف قسمِ اوّل مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے، نہ اُن کے پیچھے نماز نماز...... الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے، جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں...... امام اسے بنایا جائے جو سنی العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم، غیر فاسق ہو، نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہو۔

یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجبِ تطویل واطناب، واللہ اعلم بالصواب۔

دشمنانِ صحابۂ کرام واہلِ بیت اطہار سے بچنا لازم ہے

دشمنانِ صحابۂ کرام واہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین سے بچنا لازم؛ کہ یہ گمراہ و بدمذہب ہیں۔ایسوں کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (المائدہ: 51)	اورتم میں جوکوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ اُنہیں میں سے ہے، بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ان لوگوں کے ساتھ ضرورت ومجبوری کے بغیر میل جول بھی نہ رکھیں، کیونکہ بدمذہب کی محبت آگ ہےاورصحبت ناگ،اوردونوں سے پوری لاگ۔رب عزوجل فرماتا ہے:

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانعام: 68)	اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

جاہل کوان کی صحبت سے اِس لیے اجتناب ضروری ہے کہ اس پر برے اثرات کا زیادہ اندیشہ ہےاورمشہور پیشوا اِس لیے بچے کہ جاہل لوگ اِسے دیکھ کرخود بھی اس بلا میں نہ پڑیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ اِسے اُن سے ملتادیکھ کرعوام کی نظر میں اُن کے مذہب کی قباحت کم ہوجائے۔''فتاوی عالمگیری'' میں ہے:"يُكْرَهُ لِلْمَشْهُوْرِ الْمُقْتَدٰى بِهِ الْاِخْتِلَاطُ إِلٰى رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْبَاطِلِ وَالشَّرِّ إِلَّا بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ، لِأَنَّهٗ يَعْظُمُ أَمْرُهٗ بَيْنَ أَيْدِى النَّاسِ۔ وَلَوْ كَانَ رَجُلًا لَا يُعْرَفُ يُدَارِيْهِ لِيَدْفَعَ الظُّلْمَ عَنْ نَّفْسِهٖ مِنْ غَيْرِ إِثْمٍ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔ مشہور پیشوا کے لیے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو

اہلِ باطل اور اہلِ شر میں سے ہو، مکروہ ہے......مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لیے کہ) لوگوں میں اُس کا چرچا ہو جائے گا (جس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لیے گھومے پھرے تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔(فتاوی ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع عشر، نورانی کتب خانہ، ج۵،ص۳۴۶)

ابن حبان اور حافظ عقیلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''إِنَّ اللهَ اخْتَارَنِيْ وَاخْتَارَ لِيْ أَصْحَابِيْ وَأَصْهَارِيْ، وَسَيَأْتِيْ قَوْمٌ يَسُبُّوْنَهُمْ وَيَنْتَقِصُوْنَهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُؤَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ۔'' بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب و سسرال والے پسند کیے، اور قریب ایک قوم آئے گی کہ اِنہیں بُرا کہے گی اور اِن کی شان گھٹائے گی، تم اُن کے پاس مت بیٹھنا، نہ اُن کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا۔(الجامع الصغیر، حدیث:3461۔فتاوی رضویہ، ج۲۴،ص۳۱۴۔۳۱۵،ملخصاً)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے والا جہنم کا کُتا ہے

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتوں میں سے ایک کُتا ہے۔

(نسیم الریاض، الباب الثالث، مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات، الہند، ج۳،ص۴۳۰)

حضرت امیر معاویہ و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے تقابل میں ہم کیا کریں؟

فتاوی رضویہ میں ہے:

(۱) جو شخص کہ خلیفۂ برحق سے برسرِ بغاوت و برسرِ پیکار ہو، کیا وہ شخص قابلِ عزت و

لائق احترام ہے اور اُس کے نام کو لفظ ''حضرت و رحمۃ اللہ علیہ'' یا ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے، خواہ صحابی ہوں یا غیر صحابی؟

(۲) کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، باغی اور خطا کار تھے یا بطور اجتہاد ان کی رائے مختلف تھی، جس میں ان پر بدنیتی اور عصیان کا الزام عائد نہ ہوگا؟ تفصیل واضح مطلوب۔

الجواب: (۱) اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے، ان میں سے کسی پر تنقید حرام ہے اور ان کے باہمی اختلافات میں غور وخوض ممنوع ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے ''إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوْا'' جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے، (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔ (المعجم الکبیر، حدیث: ۱۴۲۷، المکتبۃ الفیصلیہ، بیروت، ج ۲، ص ۹۶)

رب عزوجل، کہ عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابۂ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں: مومنینِ قبل الفتح، جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ و جہاد کیا اور مومنینِ بعد الفتح، جنہوں نے بعد کو...... فریقِ اول کو دوم پر فضیلت عطا فرمائی کہ لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۔ ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ بھلائی (جنت) کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (الحدید: ۱۰)

......اور ساتھ ہی فرما دیا: ''وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى'' دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما لیا...... اور اُن کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرما دیا، کہ ارشاد ہوا: ''وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ'' اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے...... یعنی جو کچھ تم کرنے

والے ہو وہ سب جانتا ہے...... بایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، خواہ سابقین ہوں یا لاحقین......اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھیے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے لیے کیا فرماتا ہے:اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ۔ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَهَا وَهُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ۔ لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا یَوۡمُكُمُ الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔ بےشک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں، اس کی ہلکی سی آواز تک نہیں سُنیں گے اور وہ اپنی من پسند مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، بڑی گھبراہٹ اُنہیں غمگین نہیں کرے گی، فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ (الانبیاء:۱۰۱۔۱۰۳)

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد سُن کر کبھی کسی صحابی کے بارے میں بدگمانی نہیں کرسکتا، نہ ہی اس کے اعمال کی تفتیش کرے گا...... بفرضِ غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ؟ تم زیادہ جانو یا اللہ؟ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؟ دلوں کو جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے؟ ضرور ہر صحابی کے ساتھ ''حضرت'' کہا جائے گا......ضرور ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہا جائے گا......ضرور اُن کا اعزاز و احترام فرض ہے، ''وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ''۔ چاہے مجرموں کو برا لگے۔

(۲) اُس کا جواب بھی جوابِ اوّل سے واضح ہو چکا، بلاشبہ اُن کی خطا خطائے اجتہادی تھی اور اُس پر نافرمانی کا الزام لگانا اِس ارشادِ الٰہی کے صریح خلاف ہے۔

اختلافِ علما کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

بعض عظیم الشان ہستیوں پر کچھ علمائے کرام نے تنقید کی ہے، خواہ وہ کسی وجہ سے بھی ہو، ہمیں ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: بالجملہ ہم اہلِ حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُرنور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا ومولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے ہے، کہ اِن میں فرقِ مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن اُن پر بھی کارِ فُجّار...... (اُن کے درجوں میں بہت زیادہ فرق ہے، حق سیدنا علی کی طرف تھا، مگر سیدنا معاویہ بھی ہمارے سردار ہیں اور اُن پر تنقید کرنا فاسق لوگوں کا کام ہے) جو سیدنا معاویہ کی حمایت میں **عیاذاً باللہ** سیدنا اسد اللہ کی سبقت واولیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت ونسبتِ بارگاہِ حضرتِ رسالت بُھلا دے وہ شیعی زیدی۔

یہی روشِ آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ توسط واعتدال (اہلِ سنت وجماعت) کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن جوزی کو حضور سیّدنا غوثِ اعظم سے اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتمِ ولایتِ محمدیہ شیخ اکبر سے ہے...... نہ ہم بخاری وابن جوزی وعلی قاری کے اعتراضوں سے شانِ رفیعِ امامِ اعظم وغوثِ اعظم وشیخ اکبر رضی اللہ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں، نہ اِن حضرات سے الجھیں؛ کیونکہ اِن سے غلط فہمی کی بنیاد پر خطا ہوئی...... ہم جانتے ہیں کہ ان کے اعتراض کا سبب بھی نفسانیت نہیں تھا، بلکہ یہ اکابر محبوبانِ خدا کے مدارکِ عالیہ تک نہ پہنچ سکے...... لاجرم اعتراض باطل اور معترِض معذور اور معترَض علیہم کی شان ارفع واقدس

(اعتراضات باطل ہیں، اعتراض کرنے والوں کا عذر مقبول ہے اور جن پر اعتراض کیا گیا اُن کی شان بلند و بالا ہے)۔(فتاوی رضویہ، ج۱۰،ص۲۰۱۔۲۰۲،ملخصًا)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا جواب

سوال1: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) لالچی شخص تھے، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی امام حسن سے لڑائی کر کے اُن کی خلافت لی اور ہزارہا صحابہ کو شہید کیا۔

سوال2: کچھ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) خطا پر تھے، ان کو ''امیر'' نہیں کہنا چاہیے۔

سوال3: سب صحابہ، خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ عنہم) لالچی تھے (نعوذ باللہ منھا)؛ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے......ایسے شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ کیا ان شخصوں کو اہلِ سنت و جماعت سے کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیہم وسلّم کی دو قسمیں فرمائیں: 1) ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شریف مشرف بایمان ہوئے اور راہِ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ 2) دوسرے وہ کہ فتح مکہ کے بعد......پھر فرمایا: **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ**۔ دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا......اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے ان کو فرماتا ہے: **اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ**۔ وہ جہنم سے دُور رکھے گئے......**لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا**۔ اُس کی ہلکی سی آواز تک نہیں سُنیں گے......**وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ**۔ اور وہ اپنی من پسند

خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے، قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ اُنہیں غمگین نہ کرے گی...... وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے اُن کا استقبال کریں گے...... هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے، اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے...... اور اُن کے بعض معاملات کو ارشادِ الٰہی کے مقابلے میں پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں؛ کیونکہ اکثر حکایات تو سراسر جھوٹ ہیں...... رب عزوجل نے اُسی آیت میں تنقید کرنے والوں کا منہ بھی بند فرما دیا؛ کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ اور اللہ تعالیٰ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے، بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔

اس کے بعد کوئی بکے تو اپنا سر کھائے، خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی ''نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض'' میں فرماتے ہیں: "وَمَنْ يَّكُوْنُ يَطْعَنُ فِيْ مُعَاوِيَةَ فَذَاكَ كَلْبٌ مِّنْ كِلَابِ الْهَاوِيَةِ۔" جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (نسیم الریاض، الباب الثالث، ج ۳، ص ۴۳۰)

ان تمام شخصوں میں پہلا اور دوسرا شخص جھوٹا ہے اور آخری شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔

خلیفہ کو مقرر کرنا سب سے اہم کام ہے، تمام انتظامِ دین و دنیا اُسی سے متعلق ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازۂ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا تو بھی ہرگز کسی خلل کا احتمال نہ تھا، کیونکہ انبیا علیہم السلام کے اجسامِ طاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعدِ انتقال ایک سال کھڑے رہے، پورے سال کے بعد دفن ہوئے...... جنازہ مبارک

حجرۂ اُمّ المومنین صدیقہ میں تھا، جہاں اب مزار انور ہے، اس سے باہر لے جانا نہ تھا...... چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اُس نمازِ اقدس سے مشرف ہونا، ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی تو دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا......اور اگر تین سال میں ختم ہوتا تو جنازۂ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا؛ کہ اس وجہ سے تدفین اقدس میں تاخیر ضروری تھی۔

ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا سب سے سخت تر الزام امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ہے، یہ تو لالچی نہ تھے......اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے، یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے، اِنہوں نے ہی رسولِ کریم کا یہ کام کیا ہوتا، یہ آخری خدمت بجالائے ہوتے۔ معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازۂ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا، جس پر علی مرتضٰی اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر...

چشم بد اندیش که بر کنده باد...... عیب نماید به نگاهش هنر

بدخواہ کی آنکھ برباد ہوجائے اس کی نگاہ میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے۔

یہ خبیث لوگ خَذَلَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی صحابۂ کرام کو ایذا نہیں دیتے، بلکہ اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے: مَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ، وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ، وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ یُوْشِكُ أَنْ یَّأْخُذَہٗ۔ جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اُسے گرفتار کرے۔ [ترمذی، ابواب المناقب، باب من سب اصحابہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، ج ۲، ص ۲۲۶]

(فتاوی رضویہ، ج ۲۹، ص ۲۶۳۔۲۶۵)

مشاجراتِ صحابۂ کرام میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے مشاجرات ومنازعات کیے......ہم اہل سنت اُن میں حق کو جناب علی کی جانب مانتے ہیں اور اُن سب کو مورِ دِلغزش برغلط وخطا اور حضرت علی شیر خدا کو اُن حضرات سے بدرجہا اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں، مگر احادیث مذکورہ (جن میں صحابہ کے مناقب وفضائل مروی ہیں) کی وجہ سے زبانِ طعن وتشنیع اُن دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور اُنہیں ان کے مراتب پر رکھتے ہیں، جوان کے لیے شریعت میں ثابت ہیں، کسی کو کسی پر اپنی نفسانی خواہش سے فضیلت نہیں دیتے اور ان کے مشاجرات (اختلافات) میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلافات کو امام ابوحنیفہ وامام شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔

ہم اہل سنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں، چہ جائے کہ اُمّ المومنین صدیقہ عائشہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب میں طعن کریں۔ حاشا! یہ اللہ ورسول کی جناب میں گستاخی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی طہارت وبراءت میں آیات نازل فرمائے اور اُن پر تہمت لگانے والوں کو عذابِ الیم کی وعیدیں سنائے......آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے، اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے، اُس پر بہتان اُٹھائے یا اسے بُرا بھلا کہے تو اُس کا کیسا دشمن ہو جائے گا؟ اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اُتر آئے گا...... اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر اُن پر تنقید کریں، تہمت لگائیں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ **لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔**

اور سیدنا زبیر وسیدنا طلحہ ان سے بھی افضل؛ کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ زبیر بن العوام،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری تھے اور یہ طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کے لیے جاں نثاری کے وقت ڈھال بنے رہتے تھے۔

رہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو اُن کا درجہ اِن سب کے بعد ہے اور حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کا مقام و مرتبہ اِن سب سے بلند و بالا ہے......مگر فضلِ صحبت وشرفِ صحابیت وشرفِ سعادت، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

ہم تو بحمد اللہ سرکارِ اہل بیت کرام کے غلامانِ خانہ زاد ہیں......ہمیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا رشتہ، خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں؟ مگر ہاں اپنی سرکار کی طرف داری اور امرِ حق میں اُن کی حمایت و پاسداری اور حضرت امیر معاویہ کا الزامِ بدگویاں سے بری رکھنا پیش نظر ہے؛ کہ ہمارے شہزادۂ اکبر حضرت سبط حسن مجتبیٰ نے اپنے نانا جان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کے مطابق خلافتِ راشدہ کی مدت پوری ہونے کے بعد عین معرکۂ جنگ میں ہتھیار ڈال دیے اور اسلامی ریاست اور اُمورِ مسلمین کا انتظام و انصرام سیدنا امیر معاویہ کو سپرد کر دیا......اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم وجائر تھے یا غاصب وجابر تھے، تو الزام امامِ حسن پر آتا ہے کہ انہوں نے کاروبارِ مسلمین وانتظامِ شرع و دین، اپنے اختیار سے ایسے شخص کے سپرد کر دیا اور اسلامی خیرخواہی کو معاذ اللہ ترجیح نہ دی......اگر مدتِ خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ بادشاہت منظور نہیں فرماتے تھے، تو صحابۂ حجاز میں کوئی اور انتظام وانصرام کے قابل نہیں تھا، جو حضرت امیر معاویہ کو اختیار کیا؟ حاشا اللہ! بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے؛ کہ آپ نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری......صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا: "اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ

يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ "۔ میرا یہ بیٹا سید ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرادے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، مناقب الحسن والحسین، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج۱، ص ۵۳۰۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۵۶۹)

اب جو کوئی اس کے خلاف کہے، اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد، والعیاذ باللہ۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲۹ ص ۳۵۷۔ ۳۷۹، ملخصًا)

وصال

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال 15 رجب، سن 60 ہجری کو دمشق میں ہوا، اُس وقت آپ کی عمر شریف 80 یا 78 یا 86 سال تھی۔

(معرفۃ الصحابہ، ابونعیم اصفہانی، متوفی ۴۳۰ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج ۴، ص ۲۳۳)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تبرکاتِ نبویہ کے بارے میں وصیت

"الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب" اور "اُسد الغابہ" وغیرہا کُتب میں ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا: إِنِّيْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ لِحَاجَةٍ فَأَتْبَعْتُهُ بِإِدَاوَةٍ، فَكَسَانِيْ أَحَدَ ثَوْبَيْهِ الَّذِيْ يَلِيْ جَسَدَهُ، فَخَبَّأْتُهُ لِهٰذَا الْيَوْمِ، وَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَظْفَارِهٖ وَشَعْرِهٖ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَخَذْتُهُ فَخَبَّأْتُهُ لِهٰذَا الْيَوْمِ، فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ الْقَمِيْصَ دُوْنَ كَفَنِيْ مِمَّا يَلِيْ جَسَدِيْ، وَخُذْ ذٰلِكَ الشَّعْرَ وَالْأَظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِيْ فَمِيْ وَعَلٰى عَيْنَيَّ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ مِنِّيْ، وَقَالَ: اِفْعَلُوْا ذٰلِكَ وَخَلُّوْا بَيْنِيْ

وَبَيْنَ اَرْحَمِ الرَّاحِمِيْنَ،، میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے شرف یاب ہوا، ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حاجت کے لیے تشریف فرما ہوئے، مَیں لوٹا لے کر ہمراہِ رکاب سعادت مآب ہوا۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے جوڑے سے جو کُرتا بدنِ اقدس سے متصل تھا وہ مجھے اِنعام فرمایا، وہ کُرتا میں نے آج کے لیے چھُپا رکھا تھا...... اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ناخن ومُوئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اِس دن کے لیے اٹھا رکھے...... جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا، موئے مبارک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضعِ سجود پر رکھ دینا۔ نیز فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، معاویہ بن سفیان، دار صادر بیروت، ج ۳، ص ۳۹۹۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، باب المیم والعین، المکتبۃ الاسلامیہ، ج ۴، ص ۳۸۷۔ فتاوی رضویہ، ج ۹، ص ۱۱۷، ۱۳۶)

سیدنا امیر معاویہ کی بے ادبی پر سیدنا علی کی تنبیہ

ایک سید صاحب کہتے ہیں: میرے دل میں کچھ صحابہ بالخصوص سیدنا امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کینہ تھا (معاذ اللہ)۔ ایک دن مَیں امام ربّانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کا مطالعہ کررہا تھا، اُس میں یہ عبارت پڑھی: اِمامِ مالک شَتْمِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ را چُوں شَتْمِ ابوبکر وعمر گُفْتَہ۔ ''امام مالک علیہ الرحمہ نے سیدنا امیر معاویہ کے بارے میں بدزبانی کو سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں بدزبانی کے برابر قرار دیا ہے۔'' مجھے امامِ ربانی کی یہ عبارت اچھی نہ لگی، مَیں نے ''مکتوبات شریف'' کو زمین پر پھینک دیا اور

سو گیا۔ امام ربّانی خواب میں تشریف لائے اور نہایت جلال میں اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے دونوں کان پکڑ کر فرمایا: اے طِفلِ ناداں! بَر نوِشتۂ مَا اعتراض مِی کُنِی؟ وکلامِ ما را بَرْ زَمینْ مِی اَفگَنِی؟ اگر ایں حرف را از ما باوَرْ نَدارِی بِیَا! تا تُرا پیشِ امیر کرّم اللہ وجہہٗ می بُبرم۔ ”نادان بچے! تُو ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور اُسے زمین پر پھینکتا ہے! اگر تُو میری بات کو معتبر نہیں سمجھتا تو آ! تجھے حضرت سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس لے چلوں۔“

پھر آپ مجھے ایک باغ میں لے گئے وہاں ایک عالی شان ایوان (دربار) تھا، اُس میں ایک نورانی چہرے والے بزرگ تشریف فرما تھے۔ امام ربانی نے نہایت عاجزی سے اُنھیں سلام کیا اور اُنھوں نے امامِ ربانی پر بہت شفقت فرمائی، امامِ ربانی نے اُنھیں میری صورت حال بتائی، پھر مجھے نزدیک بلا کر فرمایا: ”یہ تشریف فرما بزرگ مولی المسلمین سیدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں، سُن! آپ کیا فرماتے ہیں“۔ مَیں نے سلام عرض کیا۔ شیرِ خدا کرم اللہ تعالی وجہہ نے فرمایا: زِنْہَارْ، اَلْفْ زِنْہَارْ، بَاَصحابِ سیّدِ اَبْرار علیہ الصلٰوۃ والسلام نِقَارْ در دِلْ مَدار، وعَیبِ ایں بزرگوار اں بَر زبان مَیَارْ؛ کہ ما دانَیْمْ وبرادرانِ ما کہ بَکُدَامْ نیاتِ حَقّانیْ سِمَاتِ مُنَازَعاتْ درمیانْ آمْدَہْ بُوْد۔ ”خبردار! ہرگز ہرگز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ سے کدورت وعناد (رنجش) نہ رکھو، اُن کے بارے میں کوئی گستاخانہ جملہ زبان پر نہ لاؤ، مَیں اور میرے بھائی (امیر معاویہ وغیرہ) جانتے ہیں کہ سچی نیتوں کے باوجود ہمارا کیوں اختلاف ہوا تھا۔“

پھر آپ نے حضرت مجددِ الف ثانی کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: از سُخَنِ اِیشانْ سَر نہ پیچی۔ یعنی ”اِن کی تحریر کی مخالفت مت کرنا“۔

شاہ صاحب کہتے ہیں: اِس نصیحت کے بعد بھی میرے دل سے صحابۂ کرام کا کینہ دُور نہ ہوا، سیدنا علی نے امامِ ربانی کو اشارہ کر کے فرمایا: دِلَش ہُنُوز صاف نَشُدَہ است، بَر گَرْدَنَش بِزَنِید۔ ''اِس کا دل ابھی تک صاف نہیں ہوا ، اس کی گردن پر تھپڑ رسید کریں''۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امامِ ربانی نے میری گُدی پر زوردار تھپڑ مارا، دل سے صحابۂ کرام کی ساری نفرت دُور ہوگئی۔ بیدار ہوا تو دل صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی محبت سے معمور تھا اور امام ربانی علیہ الرحمہ کی اور آپ کے کلام کی محبت واطاعت بھی پیدا ہو چکی تھی۔ (حضراتُ القُدُس، جلد: 2 (دفتر دوم)، فصل: 9 (حضرت نہم)، کرامت: 10، ص: 167، 168 ملخصاً، محکمہ اوقاف پنجاب ۱۹۷۱ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ واہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام ومرتبے کو سمجھنے اور ان کی عزت واحترام کو اپنے اوپر لازم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا حشر ان ہی نفوسِ قدسیہ کے ساتھ فرمائے اور ان کے بدخواہوں کے شر سے ہمیں اور ہماری نسلوں کو محفوظ فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین۔

منقبتِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مُسَلَّمُ الثبوت ہے فضیلتِ معاویہ
عیاں ہے شمس کی طرح کرامتِ معاویہ

وہ جس سے روٹھ جائیں تو رسول اُس سے روٹھ جائیں
نبی سے اِس طرح کی ہے قرابتِ معاویہ

خدا کے فضل سے ملی اُنھیں وہ عظمتِ گراں
کوئی نہ تول پائے گا جلالتِ معاویہ

نسب میں ہیں تجلیاں قبیلۂ رسول کی
قُریشیت سے بڑھ گئی شرافتِ معاویہ

ہیں اُن کی خواہرِ عزیز جملہ مومنوں کی ماں
بڑی شَرَف مآب ہے نَجابتِ معاویہ

گلِ حیات اُن کا ہے صحابیت سے عطر بیز
اِسی لیے ہے نَو بہ نَو نَضارتِ معاویہ

حَسَن کے دستِ پاک سے بنے خلیفۂ رسول
رِضائے آلِ مصطفیٰ خلافتِ معاویہ

معاویہ کے پیار سے ہمارا بیڑا پار ہے
گناہ بخشوائے گی شفاعتِ معاویہ

اُنھیں کوئی برا کہے تو اُس کے منہ میں خاک و آگ
نہ سن سکیں گے ہم کبھی اِہانتِ معاویہ

جو عاشقِ رسول ہیں وہ اُن سے پیار کرتے ہیں
فقط منافقوں کو ہے عداوتِ معاویہ

یزید کے فریب کا معاویہ سے کیا حساب
نبھا نہ پایا وہ شقی نیابتِ معاویہ

بڑوں کے اختلاف میں، پڑیں نہ ہم، یہی ہے خیر
ہو دل میں اُلفتِ علی عقیدتِ معاویہ

اُنھیں دعا نبی نے دی ہے "مہدی" اور "ہادی" کی
ہر ایک شک سے دُور ہے ہدایتِ معاویہ

نہ رافضی نہ خارجی، فقط ہیں سُنّی معتدل
یزید سے جدائی اور رفاقتِ معاویہ

صحابہ، تابعین ہوں، کہ اولیائے دین ہوں
سب اہلِ حق نے مانی ہے امامتِ معاویہ

ملا اُنھیں بھی افتخار وحیِ پاک لکھنے کا
ہے لازوال تا ابد کتابتِ معاویہ

تبرکاتِ مصطفیٰ لحد کے واسطے چُنے
عقیدے کا چراغ ہے وصیتِ معاویہ

ہر اک عدوّ پہ لعنتیں خدا کی اور رسول کی
ہے باعثِ رضائے رب اطاعتِ معاویہ

مختصر تعارف حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

(ایک قول کے مطابق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ 6ھ میں صلحِ حُدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کیا اور 8ھ میں فتحِ مکہ کے موقع پر اُس کا اِظہار کیا۔ اِس کے بعد سے وصالِ نبوی تک رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی ساتھی اور کاتبِ وحی رہے۔ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے زیرِ سایہ مختلف اہم ذمہ داریاں انجام دیں، نیز ملکِ شام کے گورنر مقرر ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں سمندری سفر کے ذریعے لڑی جانے والی پہلی اسلامی جنگ میں امیرِ لشکر تھے۔ شہادتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چند ماہ بعد 41ھ میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت آپ کے سپرد کردی، جس کے بعد تقریباً 20 سال تک پوری اسلامی سلطنت کے سلطان رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے اچھے اوصاف سے نوازا، لاکھوں لوگوں نے آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ آپ کا وصال رجب 60ھ میں ہوا۔ آپ کا یہ بھی اِعزاز ہے کہ آپ کے والد: سیدنا ابوسفیان، والدہ: سیدتنا ہند، بڑے بھائی: سیدنا یزید...... سبھی کو شرفِ صحابیت حاصل ہے اور آپ کی ہمشیرہ سیدتنا اُمّ حبیبہ اُمّ المؤمنین ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مجلس علماء نظامیہ پاکستان | Jamia Nizamia Rizvia | alnizamia7374429@gmail.com | 0315-7374429 | 042-37374429